بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحیحین کی صحت کا معنی و مفہوم

سوال:

محترمی و مکرمی متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیریت وعافیت ہوں گے۔

ایک زمانہ آپ کی خدماتِ دینیہ کا معترف ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقیوں سے نوازے۔

بندہ ایک طالب علم ہے۔ طالبعلمانہ اشکال پیش آگیا ہے جو بے سکونی کا باعث بن گیاہے، اس لئے اس بے وقت آپ کو میسج کررہاہوں، امید ہے کہ وقت نکال اس اشکال کا جواب مرحمت فرماویں گے۔

اشکال یہ ہے کہ اصحاب صحاح خصوصاً شیخین نے اپنی کتب میں ”صحتِ سند و متن“ دونوں کا التزام کیاہے یافقط صحتِ اسناد کا؟

اگر امر اول ملحوظ ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ ہم بخاری و مسلم میں ایسی احادیث پاتے ہیں جو متناً مضطرب ہیں۔ مثلاً حدیثِ تیمم میں محلِ تیمم کی حدیث یاسرؓ، کیونکہ بعض روایات میں ”کفین“، بعض میں ”ذراعین“ بعض میں ”آباط“ اور بعض میں ”مناکب“ کا لفظ ہے۔ کفین اور آباط کے الفاظ والی احادیث کو تو علامہ البانی نے بھی صحیح قرار دیاہے۔ اضطراب کو محدثین علتِ قادحہ شمار کرتے ہیں، اس اصول سے تو یہ حدیث ضعیف ہوئی جبکہ ہم قائل ہیں کہ بخاری شریف میں سب احادیثِ مرفوعہ صحیح ہیں۔

اور اگر امر ثانی ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ حدیث تو سند اور متن دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اور محدثین کے نزدیک تو قاعدہ ہے کہ صحتِ سند؛ صحتِ متن کو مستلزم نہیں ہے۔ تو پھر ہم فقط سند کے صحیح ہونے سے اس حدیث کو کیسے صحیح قرار دے سکتے ہیں؟

سائل: محمد تنویر الحسن، مدرس جامعہ اسلامیہ کلفٹن کراچی

03055244001

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

واضح رہے کہ حدیث مبارک دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے:

اول.... سند، دوم ... متن

حدیث کے مقبول ہونے کے لئے سند اور متن دونوں کی صحت ضروری ہے۔ محدثین کا مقصد حفاظت حدیث ہے اور مجتہدین کی محنت و سعی کا مقصود استخراج احکام ہے۔ اس لیے محدث سند کی صحت و ضعف سے بحث کرتا ہے اور مجتہد متن کے قابل عمل ہونے یا نہ ہونے سے بحث کرتا ہے۔ چنانچہ محدث جب کسی حدیث کے بارے کہے "ھذا حدیث صحیح" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہے اور جب محدث کہے "ھذا حدیث ضعیف" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سند کمزور ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ اصحاب صحیحین نے اپنی کتب میں سند اور متن دونوں کی صحت کا التزام کیا ہے۔ لیکن التزام صحت کے متعلق یہ سمجھنا ضروری ہے کہ...

[1]: صحت کا یہ حکم کتاب کے احوال اور موضوع کے اعتبار سے ہے۔ موضوع کتاب ان کتب کے نام سے ظاہر ہے۔ صحیح البخاری کا مکمل نام یہ ہے:

"الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ"

کتاب کا موضوع احادیث مسندہ ہیں۔ اب "صحیح البخاری" کہنے کا معنی یہ ہو گا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں مسند احادیث کی صحت کا التزام کیا ہے۔ باقی رہے شواہدات، متابعات اور احادیث معلّقہ تو ان میں یہ التزام ملحوظ نہیں رکھا۔ موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب صحیح ہے ای الصحیح المسند.

[2]: ائمہ محدثین اور شارحینِ بخاری نے امام بخاری رحمہ اللہ کی شروط یہ لکھی ہیں کہ آپ جو روایت لاتے ہیں اس کی سند متصل ہوتی ہے، رواتِ حدیث مسلمان، صادق، غیر مدلس، اور غیر مختلط ہوتے ہیں۔ عادل، صادق، سلیم الذہن اور قلیل الوہم ہوتے ہیں۔ نیز رواتِ بخاری صحیح العقیدہ ہوتے ہیں۔ (1)

اگر صحیحین میں کسی مدلس کی روایت آجائے اور کسی دوسرے طریق میں اس کے سماع کی تصریح نہ ہو تو شیخین اسے اپنی کتاب میں ذکر نہیں کرتے۔ (2)

اگر سند کے کسی راوی پر کچھ کلام ہو اور وہ روایت کسی دوسرے طریق سے مروی ہو کر اس کلام کی تلافی کر دے تو بھی یہ روایت شرط بخاری کے تحت داخل ہو جاتی ہے۔ (3)

---

(1) ہدی الساری لابن حجر: ص9

(2) ہدی الساری: ص449

(3) فتح الباری: ج2 ص635

[3]: جو اضطراب آپ نے بیان کیا ہے وہ اضطراب نہیں ہے کیونکہ اصول حدیث کے مطابق صحت حدیث کے لئے وہ اضطراب قادح ہے جس کی توجیہ یا تطبیق ممکن نہ ہو جبکہ حدیث عمار میں تطبیق ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ اس حدیث مبارک میں موجود لفظ "ثم مسح بهما وجهه و كفيه" کے متعلق شارحینِ حدیث نے واضح لکھا ہے کہ یہ "مرفقین" کے بالمقابل نہیں بلکہ اس واقعہ میں موجود "تمعك" (لوٹ پوٹ ہونے) کے مقابلہ میں تیمم کا اجمالی نقشہ بتانے پر محمول ہے۔(4)

لہذا یہ حدیث متناً مضطرب ہی نہیں، پس متن کی عدم صحت کا خدشہ ختم ہو گیا۔

تنبیہ:

1: صحیحین کی اکثر احادیث صحیح ہیں البتہ بعض احادیث پر سند کے اعتبار سے، بعض پر متن کے اعتبار سے کلام ہے جن کے جوابات حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری میں اور امام ابوزکریا یحی بن شرف النووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں دیے ہیں۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ان میں سے بعض اعتراضات کو تسلیم بھی کیا ہے۔ اب ان کتب میں مذکور احادیث کے صحیح ہونے کا مطلب یہ ہو گا کہ مجموعی اعتبار سے احادیث صحیح ہیں متکلَّم فیہ احادیث نہ ہونے کے برابر ہیں۔

2: بسا اوقات حدیث مبارک کی سند کے کسی راوی پر کسی وجہ سے کلام ہوتا ہے لیکن صاحب کتاب کے ہاں وہ وجہ جرح کا سبب نہیں ہوتی۔

علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (ت676ھ) فرماتے ہیں:

عاب عائبون مسلما بروايته في صحيحه عن جماعة من الضعفاء.... ولا عيب عليه في ذلك بل جوابه من أوجه....أحدها أن يكون ذلك فيمن هو ضعيف عند غيره ثقة عنده.(5)

ترجمہ: بعض حضرات نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم میں ضعیف راویوں سے روایات لی ہیں۔ یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے بلکہ اس کے کئی جواب ہو سکتے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے جو راوی دیگر محدثین کے ہاں ضعیف ہے وہ امام مسلم کے ہاں صحیح ہو۔

3: بسا اوقات صحیحین میں مذکور روایت اضطراب سے خالی ہوتی ہے۔ اس میں جو

---

(4) دیکھئے بذل المجہود: ج1 ص193، فتح الملہم: ج1 ص495، معارف السنن: ج1 ص477

(5) مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی: ص24

اضطراب یا ضعف ہوتا ہے وہ کسی اور روایت کی وجہ سے ہوتا ہے جو صحیحین میں نہیں ہوتی۔

باقی یہ اصول کہ صحت سند، صحت متن کو مستلزم نہیں اپنی جگہ درست ہے لیکن اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ اگر سند صحیح ہے تو متن لازماً غیر صحیح ہوگا؟

امور بالا کے پیش نظر درج ذیل نتیجہ اخذ ہوتا ہے:

1. صحیحین کی صحت سند اور متن دونوں اعتبار سے ہے۔
2. اضطراب فی المتن کا اشکال بخاری و مسلم پر بالعموم لاگو نہیں ہوتا کیونکہ اضطراب قادح وہ ہوتا ہے جس کی توجیہ و تطبیق ممکن نہ ہو اور یہاں ایسا نہیں۔
3. سند کی صحت سے متن کا ضعف ثابت نہیں ہوتا۔

واللہ اعلم بالصواب

03-نومبر 2021ء